امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ کی زندگی اور علم تصوف میں خدمات
The Life of Maulana Jala Ud Din Al.Soyothi in the Light of Mysticism

*ڈاکٹر محمد ایاز
**محمد سلمان

Abstract

The Almighty Allah has sent many intellectual and pious people after the Last Prophet and Messenger Allah Subhan-o-Tala for the security of Den-e-Islam. They not noly Protect Deen-e-Islam from the foreign imovation but take their roles in its world over spreading. One among these prestigious personalities and intellectual is Jalal Ud Din Asoyothi (849-911). He was a multi sided personality. At the same time he was a great scholar, Author, Reviewer and genius intellectual among his friends. You are the author of approximately 700 books. He has touched my aspect of life in written works. While having such a busy and prestigious life of honesty, truthfulness, rejecting the materialistic life having a heart for the spiritual life. He started to leads the life of mysticism and till death did not leave the life of mystics persons. In this mystic's life he has written and review many books. Due to this mysticism he was serves the humanity and protect Deen-e-Islam from the false beliefs. In this research paper some of the aspect of mysticism in the light of his research works has been discussed.

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین اسلام ہے اور اپنے بندوں پر بے شمار نوازشات کے علاوہ انہیں دستور حیات قرآن عظیم کی شکل میں عنایت فرمایا۔ اس نور ہدایت کے ذریعے سینوں کو کھول کر تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لایا۔ آنکھوں کی بصارت دی اور حق و باطل میں تمیز سکھایا۔ جنہوں نے اس کے احکامات پر عمل کرکے سامنے رکھا، اسے فلاح و نجات اور دین و دنیا کی کامیابی ملی اور جس نے اسے چھوڑ کر نفسیاتی خواہشات کے پیچھے پڑ گیا، وہ ناکام و نامراد ہوگئے۔ کیونکہ قرآن کریم حُجَّۃُ اللہِ البالغۃ اور دائمی معجزہ خداوندی ہے۔ رسول کریم ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور امت کے بعد میں آنے والے حضرات نے دین اسلام اور قرآن عظیم کی بڑی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائیں۔

انسانیت کو تاریک اندھیاروں سے نکال کر دین کی روشنی میں لانے کے لئے زندگی وقف کرنے والوں کی صف میں ایک معروف شخصیت امام جلال الدین السیوطیؒ (911.849) کی ہیں۔ آپ نے گراں قدر تصنیفی و تالیفی خدمات کے ساتھ ساتھ علم تصوف اور تزکیہ میں امت مسلمہ پر بڑا احسان کیا۔ آپ نے تفسیر اور علوم القرآن کے علاوہ بہت سارے علوم و فنون میں کئی کتابیں لکھیں۔ علوم حدیث، جرح و تعدیل، فقہ، تاریخ اور ادب عربی میں بڑا سرمایہ امت کے حوالے کیا۔ اسی مختصر مضمون میں اس کا

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، زرعی یونیورسٹی پشاور
** ایم فل ریسرچ سکالر، شعبہ اسلامیات۔ پشاور یونیورسٹی

تذکرہ کیا جاتا ہے کہ آپ ایک بلند پایہ عالم اور مصنف کے ساتھ علم تصوف میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔ اور تمام علمی خدمات کے پیچھے علم تصوف و تزکیہ کا کردار ہے۔

تعارف

نام و نسب:

امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب "حسن المحاضرہ فی تاریخ مصر و القاہرہ" میں اپنے حالات تفصیل سے تحریر کئے ہیں۔ اپنا نام، نسب، پیدائش، پرورش، اساتذہ و شیوخ اور تالیفات کا تفصیلا ذکر کیا ہے۔ عبد الرحمن بن کمال ابو بکر بن محمد بن سابق الدین بن فخر عثمان بن ناصر الدین محمد بن سیف الدین خضر بن نجم الدین ابو صلاح ایوب بن ناصر الدین محمد بن شیخ ہمام الدین الہمام خضیری السیوطی، آگے لکھتے ہیں کہ میرے علم میں نہیں کہ ہماری نسبت خضیری کی طرف کیوں کی جاتی ہے۔ باوثوق ذرائع سے فقط اتنا معلوم ہوا ہے کہ یہ بغداد میں ایک محلہ ہے اور میں نے ایک معتمد شخص سے اور اس نے میرے والد سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میرے پر دادا یا تو عجمی تھے یا مشرق سے آئے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ نسبت مذکورہ محلے کی طرف ہے[1]۔

ولادت و پرورش:

آپ خود رقمطراز ہیں کہ میں شب اتوار کو مغرب کے بعد پیدا ہوا بمطابق یکم رجب المرجب ۸۴۹ ہجری (۱۲ اکتوبر ۱۴۴۵) کو۔ یتیم پھلا بڑا اور قرآن کریم کو آٹھ سال کی عمر میں حفظ کیا۔ پھر عمدہ منہاج الفقہ والاصول اور الفیہ ابن مالک زبانی یاد کئے۔ اس کے بعد علوم دینیہ کی طرف (۸۶۴ ہجری کو) متوجہ ہوا۔ فقہ اور علم نحو کے ماہرین سے اس فن کی کتابیں پڑھیں اور علم میراث اس وقت کے ایک ماہر استاد شیخ شہاب الدین شار مساحی سے حاصل کی، اس شیخ کو اللہ تعالیٰ نے لمبی عمر اور بڑی علم عنایت فرمائی تھی۔ ۱۷ سال کی عمر میں (۸۶۶ ہجری) کو مجھے تدریس کی اجازت مل گئی اور اسی سال تالیف کا کام بھی شروع کیا۔ پہلے تعوذ اور تسمیہ پر مختصر رسالے لکھ کر اپنے استاد شیخ علم الدین البلقینی سے تقریظ لکھنے کی درخواست کی۔ انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کر کے لکھ دی۔ میں آخر دم تک اس کے ساتھ وابستہ رہا۔ اس کے بعد ان کے بیٹے سے کتاب التدریب، الحاوی اور امام زرکشی کے تکملہ "شرح المنہاج" کے بعض اجزاء پڑھیں۔ انہوں نے ۸۷۶ ہجری میں مجھے تدریس اور افتاء کی اجازت دی اور میرے مجلس میں حاضر بھی ہوتے تھے۔ اس وقت میری عمر ۲۷ برس تھی[2]۔

اس کے بعد شیخ الاسلام شرف الدین المنادی کے دروس میں شامل ہوتا رہا اور منہاج کا بقیہ حصہ آپ سے مکمل کیا۔ ادب عربی کے لئے شیخ علامہ تقی الدین شبلی حنفی کی مجلس اختیار کی۔ وہاں چار سال تک تعلیم حاصل کرتا رہا۔ آپ نے میرے دو تالیفات "شرح الفیہ بن مالک" اور عربی ادب کی کتاب "جمع الجوامع" پر تقریظ لکھ کر میرے علمی و تصنیفی کمال کی زبانی اور تحریری پیشگوئی کی۔ علم تفسیر علم معانی کے حصول کے لئے تقریباً ۱۴ سال تک علامہ محی الدین کافیجی کے مجلس کو لازم پکڑا۔ اسی طرح شیخ سیف الدین حنفی سے کشاف، توضیح اور تلخیص المفتاح کے کئی اسباق حاصل کئے[3]۔

علمی اسفار:

تحصیل علم کے لئے آپ نے دور دراز ملکوں کا سفر کیا۔ شام، حجاز مقدس، یمن اور ہندوستان چلے جانے کے بعد حج کی

ادائیگی کے موقع پر زم زم کا پانی پی کر اللہ سے دعا مانگی کہ علم فقہ میں اپنے استاد سراج الدین بلقینیؒ اور علم حدیث میں علامہ ابن حجر العسقلانیؒ کی طرح رسوخ فی العلم حاصل ہو[4]۔

آپ لکھتے ہیں کہ " اللہ تعالیٰ نے مجھے علم تفسیر، علم حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور بدیع بطریقۂ بلغاء عرب میں بڑی مہارت سے نوازا۔ تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں نہ کہ فخر اور تکبر کی وجہ سے، کیونکہ داڑھی سفید ہو چکی ہے، جوانی گزر گئی ہے اور دنیا سے میری رحلت کا وقت قریب آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اگر میں چاہوں تو ہر مسئلے میں ایسی کتاب تصنیف کر سکتا ہوں کہ اس مسئلے میں جتنے اقوال ہیں اس کے عقلی (علمی) اور نقلی (تاریخی) دلائل، اس کے ملحقات، اس پر اعتراضات اور ان کے جوابات موجود ہوں گے، اس کے اختلاف کا موازنہ ہر ایک چیز موجود ہوں گی۔ اس کے علاوہ اللہ نے مجھے علم اصول فقہ، علم جدل اور علم صرف میں بھی کافی مہارت دی ہے۔ علم الانشاء اور علم میراث سے بھی واقف ہوں رہا علم حساب تو یہ میرے لئے بہت مشکل اور سخت فنون ہیں۔ اور ذہن اس تک پہنچنے سے قاصر تھا۔ علم حساب سے متعلق مسئلے کو دیکھتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ میں پہاڑ کو کندے پر اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا ہوں۔"و اذ نظرت فی مسألةٍ تتعلق به فکانما احاول جبلا احمله"۔

علم منطق تھوڑا بہت پڑھ چکا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس سے نفرت ڈالی دی ہے۔ اس کے بدلے مجھے علم حدیث سے نوازا گیا۔

علمی خدمات اور گوشہ نشینی:

امام سیوطیؒ والد صاحب کی خلافت میں "جامعہ شیخونیہ" میں حدیث اور فقہ کی درس دینے لگے اور یہ تقرری علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفیؒ نے کی تھی۔ پھر خلیفہ وقت نے آپ کو خانقاہ "مشائخ بیبرسیہ" میں بلایا۔ اور کافی عرصہ تک وہاں تزکیہ اور تصوف سے وابستہ رہے۔ جب محمد بن قایتبای والی حکومت بنے تو آپ کو اس مسند سے الگ کیا۔ وجہ یہ تھی

"لان الخلفاء البیبر سیه کانت مکنظة برجال الصوفیة فدب الخلاف بینه وبینهم، حتی کادوایقتلونه، فترک السیوطی مشیخة البیبرسیة وکان یناهز اذاذالک الاربعین من عمره، فعتزل الناس واخذ فی التجرد للعبادة، والانقطاع الی الله تعالی الاشتغال به صرفا، والاعراض عن الدنیاواهلها"۔

کہ اس وقت اس خانقاہ میں صوفیاء کرام کی کثرت ہوئی اور آپس میں اختلافات پیدا ہوئے۔ جس سے آپ کی جان کو خطرہ تھا تو آپ نے بیبرسیہ کو چھوڑا۔ اس وقت آپ کی عمر چالیس سال ہو گئی۔

اس وقت امام صاحبؒ نے افتاء اور درس و تدریس کو چھوڑ کر دنیا و مافیہا سے بالکل الگ ہو کر، عبادت و ریاضت اور تصنیف و تالیف اور علم تصوف و تزکیہ میں مستغرق ہو کر گوشہ نشین ہو گئے۔ 909ھ میں جب حالات بدلے تو امر آء و حکماء نے آپ کو دوبارہ بیبرسیہ کی خانقاہ کو سنبھالنے کی پیشکش کی لیکن آپ نے انکار کیا۔ روضة المقیاس "میں اقامت اختیار کی اور موت تک وہاں رہے۔ اور گھر کی وہ کھڑکی تک بھی نہ کھولی جو دریائے نیل کی طرف تھی اور نہ ہی باہر نکلے۔ "التنفیس" کے نام سے ایک کتاب لکھ کر اس میں اپنا عذر اور گوشہ نشینی کے وجوہات کا ذکر کیا ہے[5]۔

زہد و تقویٰ اور امراء و سلاطین سے دوری:

"کان السیوطی رحمہ اللہ تعالی عابدا زاھدا،معرضا عن الدنیا،مقبلا علی الآخرۃ، فکان الامراء والاغنیاء یاتون الی زیارتہ، ویعرضون علیہ الاموال النفیسۃ فیردھا،واھدی الیہ السلطان قانصوہ الغوری خصیا والف دینار،فردالالف،واخذا خصیا فاعتقہ،وجعلہ خادما فی الحجرۃ النبویۃ،قال لقاصدالسلطان:لاتعد تاتینا قط بھدیۃ،فان اللہ تعالی اغنانا عن مثل ذلک"۔

امام صاحب نہایت عبادت گزار، پرہیزگار، دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے والی شخصیت تھے۔ ملاقات کے لئے امیر ترین لوگ تحفے پیش کر کے آتے، مگر آپ ان کے تحائف کو واپس کرتے۔ ایک دفعہ بادشاہ وقت نے آپ کے پاس "قانصوہ غوری" نامی ایک نامرد غلام اور ہزار دینار بطور تحفہ بھیج دیئے۔ انہوں نے ہزار روپے واپس بھیجے اور غلام کو لے کر آزاد کیا اور حجرۂ نبوی ﷺ کا خادم بنایا۔ ساتھ ہی بادشاہ کو قاصد کے ذریعے پیغام بھیجا کہ آئندہ میرے پاس ہدیئے مت بھیجا کرے، اللہ نے ہمیں ان چیزوں سے مستغنی کیا ہے۔

"وکان لا یتردد الی السلطان ،ولا الی غیرہ ،وطلبہ مرارا فلم یحضرہ الیہ ۔وقیل لہ:ان البعض الاولیآء کان یتردد الی الملوک والامرآء فی حوائج اناس۔ فقال: اتباع السلف فی عدم ترددھم اسلم لدین المسلم"۔والف کتابا۔ "ماروٰہ الاساطین فی عدم التردد علی السلاطین"[6]۔

آپ نہ کسی بادشاہ اور نہ ہی کسی امیر کے دربار میں جاتے۔ حالانکہ بادشاہ نے کئی بار مدعو بھی کیا۔ آپ نے معذرت کی۔ بعض ساتھیوں نے کہا کہ عوام الناس کے حوائج اور کام نکلوانے کے لئے اگر بادشاہ کے پاس تشریف لے جائے تو بہتر ہو گا۔ آپ نے فرمایا؛ اسلاف کی اتباع ان کے پاس نہ جانے میں مسلمانوں کے دین کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ اور اس موضوع پر ایک کتاب لکھی کہ بادشاہوں اور امرأ کے پاس جانے میں خیر نہیں ہے، بلکہ سلف صالحین ان کے دربار سے دور رہ کر گوشہ نشینی میں عافیت محسوس کرتے تھے۔

امام صاحب باوجود جید عالم ہونے اور علمی مہارت رکھنے کے ایک اعلیٰ پائے کے شاعر بھی تھے۔ آپ کے بعض اشعار بہت عمدہ، معیاری، علمی فوائد، شرعی احکامات اور اصلاح نفس پر مشتمل ہیں۔ امام صاحب روحانی معالج کے ساتھ جسمانی امراض کے ایک ماہر طبیب اور حکیم بھی تھے مجربات سیوطی کے نام سے ایک کتاب بھی موجود ہے۔

اہل علم

مشاہیر علماء اسلام کی نظر:

(۱) آپ نے شاگرد ابن ایاس حنفی لکھتے ہیں کہ

"امام صاحب عالم فاضل، علوم حدیث اور دیگر علوم میں ماہر تھے۔ اپنے وقت کے منفرد شخصیات، اسلاف کے یادگار اور متأخرین میں مایہ ناز تھے۔ ان کی تصنیفات و تالیفات ۶۰۰ تک پہنچ چکی ہیں اور وہ مجتہدین کے درجے پر فائز تھے"۔

(۲) علامہ نجم الدین العزی کہتے ہیں

"آپ علم حدیث اور اس کے فنون رجال، غریب اور استخراج احکام میں اپنے معاصرین میں سے بہت بڑے عالم تھے۔ امام صاحب کے محاسن علمیہ اور مناقب کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات ہی آپ کی کرامات و شخصیت کے لئے کافی ہیں"[7]۔

(۳) علامہ شوکانی نے آپ کے بارے میں لکھاہے

"کہ امام صاحب کو وقت کے بڑے بڑے علماء نے اجازت دی ہے اور وہ تمام فنون میں اپنے معاصرین میں ایک بلند مقام پر فائز تھے۔ علمی شہرت دنیا کے کونے کونے میں پہنچ گئی ہے۔ مفید تالیفات وتصنیفات کے حامل عالم ہیں، مثلاً علم حدیث میں "الجامعین" تفسیر میں "الدرالمنثور فی تفسیر الماثور" اور "الاتقان فی علوم القرآن" کے علاوہ آپ کی تصنیفات ہر فن میں منظور و مقبول ہیں۔ امام صاحب کی علمی خدمات اظہر من الشمس ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض حاسدین نے آپ کی عظمت کو تسلیم نہیں کیا"[8]۔

ناقدین:

امام سخاوی اور امام سیوطی کے درمیان ہم معاصر ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ دوری تھی۔ اس کی بنیاد پر امام سخاوی نے "الضوٴاللامع" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ لیکن یہ کتاب اپنے نام کے بالکل برعکس ہے۔ یعنی تاریکی اور گپ اندھیرا ہے۔ اس میں آپ کی عیب جوئی کی گئی ہے اور اس کا اکثر حصہ گالی گلوچ پر مشتمل ہے۔ امام شوکانی نے اس کا بھرپور دفاع کیا ہے اور انہی کے الفاظ میں جواب دیا ہے اور الزامات کی تردید کی ہے۔

امام صاحب کی تائید میں ابن ایاس حنفیؒ اور امام شوکانیؒ نے خوب حق ادا کیا ہے۔ اور الذکر اگر ابن ایاسؒ پر شاگرد ہونے کی وجہ سے الزام لگ جائے تو پھر بھی شوکانیؒ نے ان الزامات کا خوب جواب دیا ہے اور آئمہ جرح و تعدیل کے مطابق اپنے اقران علماء کا جرح معتبر نہیں ہے۔ لیکن پھر وہ حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ کتاب "الضوٴاللامع" کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ ویسے بھی امام سخاوی کے نزدیک بڑے بڑے علماء کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ کئی اہل علم حضرات اس کے قلم کے نوک سے زخمی ہوئے ہیں۔ علامہ شوکانی مزید لکھتے ہیں کہ ہر فن میں امام سیوطی کے تصنیفات مقبول ہیں اور سمندر پار دنیا کے کونے کونے میں پہنچ گئی ہیں۔ لیکن حاسدین ان کی فضیلت اور مقام سے پھر بھی منکر ہیں[9]۔

بعض حضرات سے آپ کی کثرت تصانیف ہضم نہ ہوسکی اور واویلا شروع کیا کہ آپ نے دوسرے مصنفین سے علمی (سرقہ) چوری کی ہے۔ یہ خبر جب امام صاحب کو پہنچی تو انہوں نے اس کے جواب میں کتاب لکھی "الفرق بین المصنف والسارق" اور سب کو حیران کیا۔

شیوخ واساتذہ کرام:

امام صاحب نے تحصیل علم کے لئے بڑی جدوجہد اور محنت کی اور اپنے وقت کے بہت سارے بڑے علماء کرام کے ہاں سفر کئے۔ آپ کے شیوخ اور اساتذہ کے تعداد 150 تک ہیں۔ کسی بھی ہم عصر عالم کے اتنے شیوخ جمع نہیں ہوئے ان میں سے بعض مشہور و معروف کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱) احمد ابن ابراہیم الکنانی (۸۷۶ھ)۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں[10]۔

۲) احمد ابن علی بن ابی بکر الشارساحی الشافعی (م ۸۶۵ھ) آپ علم الفرائض اور علم الحساب کے ماہر تھے[11]۔

۳) احمد بن محمد بن محمد بن حسن بن علی بن یحییٰ تقی الدین (ولادت ۸۰۱) آپ علم نحو، علم التفسیر، علم الحدیث، فقہ، علم الکلام کے ماہر تھے۔

۴) تقی الدین شبلی الحنفی آپ نے ان سے علوم حدیث کی تعلیم پائی۔[12]

۵) صالح بن عمر بن ارسلان علم الدین البلقینی (۷۹۱-۸۶۸)۔ آپ حدیث اور فقہ میں مہارت رکھتے تھے اور قاہرہ کے قاضی اور صدر مجلس کے عہدے پر فائز تھے[13]۔

۶) عبد العزیز بن عبد الواحد بن عبد اللہ التکروری الشافعیؒ (ولادت ۷۹۰-۸۷۲)۔ آپ علم المیراث اور علم الاوقات کے بڑے عالم تھے[14]۔

۷) عبد العزیز بن محمد بن محمد ابو الفضل المیقاتی (۸۱۱ھ)۔ آپ مشقات کے فن میں ماہر تھے اور کئی رسالے لکھ چکے تھے[15]۔

۸) عبد القادر بن ابی قسام بن احمد بن محمد الانصاری العسدی العبادی المالکی المکی (۸۱۴-۸۸۰ھ)۔ آپ علم النحو، حدیث اور فقہ میں علم کا سمندر سمجھے جاتے تھے[16]۔

۹) جلال الدین المحلی، محمد بن احمد بن ابراہیم المحلی الشافعیؒ (۷۹۱-۸۶۴) مشہور تفسیر (تفسیر جلالین) آپ کی تصنیف ہیں جس کا بقیہ حصہ امام سیوطیؒ نے مکمل کیا[17]۔

۱۰) محمد بن سلیمان بن سعد الکافیجی الحنفی (۷۸۸-۸۷۹ھ)۔ آپ معقولات، علم الکلام، نحو و صرف، علم المعانی، بیان، فلسفہ اور فلکیات کے بڑے عالم تھے۔ امام سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کی وفات کے بعد ان کو اپنا والد جیسے مشفق پایا[18]۔

۱۱) محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید السیواسی ثم الاسکندری کمال الدین بن ہمام الحنفیؒ (۷۹۰-۸۶۱ھ)۔ آپ علم فقہ، علم اصول، نحو، معانی، بیان اور تصوف میں بڑے مقام پر فائز تھے۔ آپ کی تالیفات میں شرح الہدایہ (فتح القدیر للعاجز الفقیر) فقہ حنفی کی مستند و معروف کتاب ہے[19]۔

۱۲) یحییٰ بن محمد بن محمد شرف الدین المناوی (۷۹۸-۸۸۱ھ)۔ آپ علم فقہ، تفسیر، حدیث اور تصوف میں امام صاحب کے استاد تھے۔ دور دور سے لوگ علمی پیاس بجھانے کے لئے اور تصوف کا فیض حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس آتے تھے۔ امام صاحب نے تصوف کی تعلیم و تربیت آپ سے حاصل کی۔

مشہور شاگرد:

۱) عبد القادر بن محمد بن احمد الشاذلی الموذن الشافعیؒ (۹۳۵ھ) ان کی تصانیف بہت مشہور ہیں[20]۔

۲) محمد بن احمد بن ایاس النحفی ابو البرکات (۸۵۲۔ ۹۳۰ھ) یہ بہت بڑے تاریخ دان اور مصنف اور مصر کے غلام طبقے سے تعلق رکھتے تھے[21]۔

۳) الحاج محمد سکیہ۔ ان کا تعلق کسیہ سے ہے اور دراصل یہ مناجہ سے ہے۔ عباسی دور میں سوڈان کے گورنر بنے اور عدل و انصاف کی مثالیں قائم کیں۔ نہایت سخی اور علماء کے قدر دان تھے[22]۔

۴) محمد بن عبد الرحمن بن علی بن ابی بکر العلقمیؒ (۸۹۷۔ ۹۶۳ھ)۔ آپ کا نام شمس الدین شافعی المسلک، فقیہ، حدیث کے جاننے والے اور جامع الازہر کے استاد تھے[23]۔

۵) محمد بن علی بن محمد بن علی بن طولون الدمشقی الحنفیؒ (م ۹۵۳)۔ آپ فقہ اور تراجم میں اعلیٰ پائے کے مؤرخ ہیں۔ التعلیقات آپ کی مشہور کتاب ہے[24]۔

۶) محمد بن قاضی رضی الدین بن محمد بن محمد بن جابر الغزی القرشی الشافعی ابو البرکات شیخ الاسلام (۹۰۴۔ ۹۸۴ھ)۔ علامہ نجم الغزی کے والد اور علوم کے دریا کے نام سے مشہور تھے[25]۔

۷) محمد بن یوسف بن علی بن یوسفؒ شمس الدین الشامی (م ۹۴۲ھ)۔ آپ محدث اور تاریخ میں مہارت رکھنے والے تھے۔ آپ نے شادی نہیں کی تھی آپ کی تصانیف میں (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ ابی حنیفۃ النعمانؒ) مشہور ہیں[26]۔

تالیفات وتصنیفات:

امام صاحب اسلامی مکتبہ میں بڑے مقام پر فائز تھے اور تقریباً ہر فن میں آپ کی تصنیف موجود ہیں۔ ان کی تصنیفات مطبوع اور غیر مطبوع ۷۰۰ سے بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ آپ اس وقت فرماتے تھے جب اپنی حالات لکھ رہے تھے کہ میری تصنیفات ۳۰۰ تک پہنچ چکی ہیں۔

علاوہ ازیں جن سے آپ رجوع کر چکے ہیں۔ امام نجم الدین الغزی نے اپنی کتاب الکواکب السائرۃ میں لکھا ہے کہ امام سیوطیؒ کے شاگرد محمد بن علی بن احمد الدوادی المصری (م ۹۴۵ھ) نے امام صاحب کی تصانیف کو پانچ سو سے زیادہ قرار دی ہیں[27]۔ استاد احمد شرقاوی نے آپ کی تصنیفات وتالیفات کی تعداد سات سو لکھی ہے۔

وفات:

آپ نے شب جمعہ کو سحری کے وقت ۱۹ جمادی الاولی ۹۱۱ھ میں اپنے گھر کے روضۃ المقیاس میں وفات پائی۔ آپ کی وفات کا سبب ان کے بائیں بازوں میں شدید ورم (سوجن) تھا حوش قوصون (جو باب القرافہ سے باہر) میں دفن کیا گیا۔ عبد الباسط بن خلیل الحنفیؒ نے آپ کی موت پر ایک مرثیہ پڑھی ان کے چند اشعار ملاحظہ ہو:

مات جلال الدین غیث الوریٰ
مجتہد العصر امام الوجوج
وحافظ السنة مہدی الہدیٰ
ومرشد الضال بنعع یعود
فیاعیونی انہملی بعدہ
ویا قلوب انقطری با الوقود

مصيبة حلت فحلت بنا
واورثت نار اشتغال الكبود
صبرنا الله عليها وا ولاه
نعيما حل دار الخلود
وعمه منه بوبل الرضا
والغيث بالرحمة بين اللحود[28]۔

خلاصہ البحث:

امام صاحب نے علمی دنیا میں بڑا کام کیا ہے۔ اور مختلف علوم وفنون میں سینکڑوں کتابیں لکھیں، اس کے پیچھے زہد و تقوی تصوف اور خانقاہی زندگی ہے۔ آج بھی سوڈان میں دین اسلام کی چھل پہل آپ کی خانقاہی جد وجہد کا ثمرہ ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] السیوطی امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، حسن المحاضرہ فی تاریخ مصر والقاہرہ، دارالاحیاء والکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبی مصر 1967، جلد 1 صفحہ 335، الزرکلی الاعلام، مطبعہ کوستا القاہرہ طبع 2، 1954، جلد؛4 صفحہ 71، 74

[2] السیوطی امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، حسن المحاضرہ فی تاریخ مصر والقاہرہ، دارالاحیاء والکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبی مصر 1967، جلد 1 صفحہ 338، الکواکب السائرہ فی الاعیان المائۃ العاشرہ، نجم الدین الغزی، الناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، 1 /226۔ شزرات الذھب فی اخبار منذھب عبد الحی بن احمد بن محمد، عبد القادر الارنوؤط، الناشر: دار من کثیر، دمشق، بیروت طبع اول 1986، جلد 8، صفحہ 53

[3] السیوطی امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، حسن المحاضرہ فی تاریخ مصر والقاہرہ، دارالاحیاء والکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبی مصر 1967، جلد 1 صفحہ 340،

[4] ایضاً، صفحہ 342

[5] ایضاً، صفحہ 341، شزرات الذھب فی اخبار منذھب عبد الحی بن احمد بن محمد، عبد القادر الارنوؤط، الناشر: دار من کثیر، دمشق، بیروت طبع اول 1986، جلد 8، صفحہ 53

[6] الکواکب السائرہ فی الاعیان المائۃ العاشرہ، نجم الدین الغزی، الناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، 1 /228۔ شزرات الذھب فی اخبار منذھب عبد الحی بن احمد بن محمد، عبد القادر الارنوؤط، الناشر: دار من کثیر، دمشق، بیروت طبع اول 1986، جلد 8، صفحہ 53

[7] بدائع الذھور فی وقائع الدھور، لابن ایاس الحنفی، تحقیق: محمد مصطفیٰ۔ ناشر: دارالاحیاء والکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبی مصر 1967، جلد 4 صفحہ 83،

[8] البدر الطالع بمحاسن من بعد قرن التاسع، للشوکانی، مطبع: السعادہ القاہرہ، طبع اول: 1348ھ، جلد 1، صفحہ 348۔

[9] ایضاً، جلد 1، صفحہ 333و334

[10] حسن المحاضرہ، جلد 1، صفحہ نمبر 339

[11] الضوء اللامع لاھل القرن التاسع، شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمن (م: 902ھ)، الناشر: منشورات دار المکتبۃ الحیاۃ، بیروت، شزرات الذھب جلد 7، صفحہ 321۔ نظم العقیان، فی اعیان الاحیان، امام سیوطی، مطبع السوریہ الامریکیہ، نیویارک، 1927۔ صفحہ 43۔

[12] نظم العقیان، فی اعیان الاحیان، امام سیوطی، مطبع السوریہ الامریکیہ، نیو یارک، 1927۔ صفحہ 43۔ الضوء اللامع لاھل القرن التاسع جلد 2، صفحہ 11۔

[13] بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ، امام سیوطیؒ، الناشر: المکتبۃ العصریہ لبنان، جلد 1، صفحہ نمبر 375۔

[14] حسن المحاضرہ، جلد 1، صفحہ نمبر 177۔

[15] نظم العقیان، فی اعیان الاحیان، امام سیوطی، مطبع السوریہ الامریکیہ، نیو یارک، 1927۔ صفحہ 119۔ الضوء اللامع لاھل القرن التاسع جلد 2، صفحہ 11۔ الاعلام للزرکلی جلد 3، صفحہ 279۔

[16] الضوء اللامع لاھل القرن التاسع جلد 4، صفحہ 220-233۔

[17] ایضاً جلد 4، صفحہ 234

[18] بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ، امام سیوطیؒ، الناشر: المکتبۃ العصریہ لبنان، جلد 2، صفحہ نمبر 104۔

[19] حسن المحاضرہ، جلد 1، صفحہ نمبر 352

[20] شذرات الذھب جلد 7، صفحہ 303۔

[21] بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ، امام سیوطیؒ، الناشر: المکتبۃ العصریہ لبنان، جلد 1، صفحہ نمبر 117 و 118۔

[22] الضوء اللامع لاھل القرن التاسع جلد 10، صفحہ 254۔ الاعلام جلد 9، صفحہ 212۔

[23] کشف الظنون، حاجی خلیفہ، استنبول 1941، جلد 1، صفحہ نمبر 409، ھدیۃ العارفین، اسماء المصنفین والآثار المؤلفین، اسماعیل پاشا البغدادی، استنبول 1951، صفحہ 598۔

[24] بدائع الذھور فی وقائع الدھور، لابن ایاس الحنفی، تحقیق: محمد مصطفیٰ۔ ناشر: دار الاحیاء والکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبی مصر 1967، جلد 4 صفحہ 47، معجم المؤلفین عمر رضا کحالۃ، مکتبہ المتنبی، بیروت، 1951، جلد 8، صفحہ 236، الاعلام جلد 6، صفحہ 232۔

[25] الاستقصا لاخبار دول المغرب الاقصیٰ، ابو العباس ناصری، دار الکتاب، الدار البیضاء، طبع اول، 1947، جلد 2، صفحہ 101۔

[26] شذرات الذھب جلد 8، صفحہ 338۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ، استنبول 1941، جلد 1، صفحہ نمبر 560

[27] شذرات الذھب جلد 8، صفحہ 338۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ، استنبول 1941، جلد 8، صفحہ نمبر 364، معجم المؤلفین عمر رضا کحالۃ، مکتبہ المتنبی، بیروت، 1951، جلد 8، صفحہ 236، الاعلام جلد 6، صفحہ 232۔

[28] الکواکب السائرہ فی الاعیان المائۃ العاشرہ، نجم الدین الغزی، الناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، 2/53۔ شذرات الذھب جلد 8، صفحہ 298۔ مفاکھۃ الخلاء فی حوادث الزمان، شمس الدین محمد بن علی الدمشقی الصالحی الحنفی (م: 953ھ)، الناشر: دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان طبع اول، 1998، جلد 4، صفحہ 231۔